اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں قبول کرنے سے تکبر کیا، ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ۝

آیت 40 ① اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ..... : یہ پچھلی آیت میں مذکور وعید ''پس چکھو عذاب .....'' کی کچھ تفصیل

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٤٢﴾

ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿٤١﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتے، یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ﴿٤٢﴾

ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کے دروازے ہیں۔ بہت سی صحیح احادیث میں ان دروازوں کا ذکر موجود ہے۔ دروازے نہ کھولے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال اور دعا کے اوپر جانے کے لیے دروازے نہیں کھلتے اور یہ بھی کہ مرنے کے بعد ان کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، جیسا کہ مومن کی روح کے اوپر چڑھنے کے لیے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ مومن کی روح اوپر چڑھتی ہے تو اس کے لیے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور فرشتے مرحبا کہہ کر اس کا استقبال کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان پر چلی جاتی ہے، مگر جب کافر کی روح آسمان تک پہنچتی ہے تو اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ..... ﴾ [مسند أحمد : ٤/ ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

② **حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ** : یہ ایک محاورہ ہے جو ایسے کام کے لیے بولا جاتا ہے جس کا ہونا ممکن ہی نہ ہو۔ نہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو سکے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں۔

آیت 41 **لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ** ..... : "**غَوَاشٍ**" یہ " غَاشِيَةٌ " کی جمع ہے، ڈھانپنے والے، یعنی ان کے نیچے اور اوپر آگ ہوگی۔ دیکھیے سورۂ عنکبوت (٥٤، ٥٥) "**الظّٰلِمِيْنَ**" سے مراد یہاں مشرک ہیں، کیونکہ آیات کو جھٹلانا اور ان سے تکبر کرنا مسلمان کا کام نہیں۔

آیت 42 **لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ** : یہ جملہ کہ "ہم کسی شخص کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتے" جملہ معترضہ ہے، اس جملے کو بیچ میں لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جنت میں جانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو کام فرض کیے ہیں وہ انسان کی وسعت اور طاقت سے زیادہ نہیں کہ انسان کے لیے ان کا کرنا مشکل ہو، بلکہ سب اس کی وسعت کے مطابق ہیں کہ ان کا کرنا اس کے لیے آسان ہے، نیز وہ اتنے ہی بجا لانے فرض ہیں جتنی انسان میں طاقت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے بچ جاؤ اور جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو اس میں سے اتنا بجا لاؤ جتنی تم میں طاقت ہو۔" [بخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ٧٢٨٨، عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ]

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳

اوران کے سینوں میں جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے ۝۴۳

آیت 43 ① وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اہل جنت کے اوصاف میں ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے، نہ ان میں کوئی اختلاف ہوگا نہ باہمی بغض۔'' [بخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة: ٣٢٤٦]

دنیا میں اگر ان کے درمیان کوئی بغض تھا تو وہ صاف ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن آگ سے بچ کر نکلیں گے تو انھیں جنت اور آگ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا، پھر وہ ایک دوسرے سے ان زیادتیوں کا قصاص لیں گے جو دنیا میں ان سے ہوئیں، یہاں تک کہ جب وہ تراش خراش کروا کر بالکل صاف ستھرے ہو جائیں گے تو انھیں جنت میں داخلے کی اجازت ملے گی۔'' [بخاری، الرقاق، باب القصاص یوم القیامة : ٦٥٣٥، عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ] سینوں میں موجود کینے میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کی باہمی رنجشیں بھی شامل ہیں، جو دنیا میں سیاسی یا دوسری وجوہات کی بنا پر پیدا ہوئیں۔

② وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا..... : یعنی یہ ہدایت جس سے ہمیں ایمان اور عمل صالح کی توفیق عطا ہوئی، پھر انھیں قبولیت کا شرف حاصل ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور اس کا فضل ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو ہم یہاں تک نہ پہنچ پاتے۔

③ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: یہ باء سببیہ ہے، باء عوض نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ یہ جنت میرے فضل سے تمھارے کسی عوض یا قیمت ادا کیے بغیر تمھیں بطور ہبہ دی جا رہی ہے، جیسا کہ میراث بغیر کسی عوض کے دی جاتی ہے اور تمھاری اس عزت افزائی کا سبب دنیا میں تمھارے اعمال صالحہ ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا۔'' لوگوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟'' فرمایا: ''نہیں، مجھے بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔'' [بخاری، الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل : ٦٤٦٣] آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت انسانی اعمال کی بنیاد پر ہوگی، یعنی اس کے اعمال صالحہ ہی رحمت کا سبب بنیں گے۔ دیکھیے سورۂ بقرہ (٢١٨)۔ 2

تفسیر میں حوالہ دی گئی آیات

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ
اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

یہ تم سے
عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں، اور یقیناً جہنم ان کو گھیرے میں لے لے گی، ﴿۵۴﴾ اُس دن جب عذاب اُن پر اُوپر سے بھی چھا جائے گا، اور ان کے پاؤں کے نیچے سے بھی، اور کہے گا کہ: ”چکھو اُن کاموں کا مزہ جو تم کیا کرتے تھے۔“ ﴿۵۵﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

البتہ ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے۔(۲۱۸)

آسان ترجمۂ قرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۴۰ تا ۴۳)

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾

(لوگو!) یقین رکھو کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور تکبر کے ساتھ اُن سے منہ موڑا ہے، اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ جنت میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کوئی اُونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہو جاتا،(۲۲) اور اِسی طرح ہم مجرموں کو اُن کے کئے کا بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۴۰﴾ اُن کے لئے تو دوزخ ہی کا بچھونا ہے، اور اُوپر سے اُسی کا اوڑھنا۔ اور اِسی طرح ہم ظالموں کو اُن کے کئے کا بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۴۱﴾ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں ـــــ (یاد رہے کہ) ہم کسی بھی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتے(۲۳) ـــــ تو ایسے لوگ جنت کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے ﴿۴۲﴾

---

(۲۲) یہ ایک عربی زبان کا محاورہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک اُونٹ سوئی کے ناکے میں کبھی داخل نہیں ہوسکتا، اسی طرح یہ لوگ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔

(۲۳) نیک عمل کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جملۂ معترضہ کے طور پر یہ وضاحت فرمادی کہ نیک عمل کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے جو اِنسان کی طاقت سے باہر ہو، کیونکہ ہم نے کوئی حکم انسانوں کو ایسا نہیں دیا جو ان کی اِستطاعت میں نہ ہو۔ نیز شاید اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی طاقت کی حد تک نیک عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہو، اور پھر بھی اس سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُس پر گرفت نہیں فرماتے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ
رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور اُن کے سینوں میں (ایک دوسرے سے دُنیا میں) جو کوئی رنجش رہی ہوگی، اُسے ہم نکال باہر کریں گے۔ (۲۴) اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہیں گے: ''تمام تر شکر اللہ کا ہے، جس نے ہمیں اِس منزل تک پہنچایا۔ اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم کبھی منزل تک نہ پہنچتے۔ ہمارے پروردگار کے پیغمبر واقعی ہمارے پاس بالکل سچی بات لے کر آئے تھے۔'' اور اُن سے پکار کر کہا جائے گا کہ: ''لوگو! یہ ہے جنت! تم جو عمل کرتے رہے ہو، اُن کی بنا پر تمہیں اِس کا وارث بنا دیا گیا ہے۔'' ﴿۴۳﴾

(۲۴) چونکہ جنت ہر قسم کی تکلیف سے خالی ہوگی، اس لئے وہاں باہمی عداوت، کینے اور کدورت کا بھی گذر نہیں ہوگا، اور دُنیا میں انسانوں کے درمیان جو رنجشیں رہی ہوں، جنت میں اللہ تعالیٰ وہ بالکل دُور فرما دیں گے، اور تمام جنتی محبت، دوستی اور بھائی چارے کے ماحول میں رہیں گے۔

احسن البیان

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۴۰ تا ۴۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے (۵) اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب

(۵) اس سے بعض نے اعمال، بعض نے ارواح اور بعض نے دعا مراد لی ہے۔ یعنی ان کے عملوں، یا روحوں یا دعا کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، یعنی اعمال اور دعا قبول نہیں ہوتی اور روحیں واپس زمیں میں لوٹادی جاتی ہیں (جیساکہ مسند احمد، جلد ۲ / صفحہ ۳۶۴، ۳۶۵ کی ایک حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے) امام شوکانی فرماتے ہیں کہ تینوں ہی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں۔

سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۴۰

تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے[1] اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔(۴۰)

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۴۱

ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہو گا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہو گا[2] اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔(۴۱)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۴۲

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کسی کا مکلف نہیں بناتے[3] وہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(۴۲)

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ

اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کینہ) تھا ہم اس کو دور کر دیں گے۔[4] ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور وہ

---

(۱) یہ تعلیق بالمحال ہے جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذرنا ممکن نہیں' اسی طرح اہل کفر کا جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔ اونٹ کی مثال بیان فرمائی اس لئے کہ اونٹ عربوں میں متعارف تھا اور جسمانی اعتبار سے ایک بڑا جانور تھا۔ اور سوئی کا ناکہ (سوراخ) یہ اپنے باریک اور تنگ ہونے کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ ان دونوں کے ذکر نے اس تعلیق بالمحال کے مفہوم کو غایت درجے واضح کر دیا ہے۔ تعلیق بالمحال کا مطلب ہے' ایسی چیز کے ساتھ مشروط کر دینا جو ناممکن ہو۔ جیسے اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اب کسی چیز کے وقوع کو' اونٹ کے سوئی کے ناکے میں داخل ہونے کے ساتھ مشروط کر دینا' تعلیق بالمحال ہے۔

(۲) غَوَاشٍ، غَاشِيَةٌ کی جمع ہے۔ ڈھانپ لینے والی۔ یعنی آگ ہی ان کا اوڑھنا ہو گا یعنی اوپر سے بھی آگ نے ان کو ڈھانپا یعنی گھیرا ہو گا۔

(۳) یہ جملہ معترضہ ہے جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ایمان اور عمل صالح' یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ جو انسانی طاقت سے زیادہ ہوں اور انسان ان پر عمل کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ ہر انسان ان کو بہ آسانی اپنا سکتا ہے اور ان کے مقتضیات کو بروئے عمل لا سکتا ہے۔

(۴) غِلٌّ اس کینے اور بغض کو کہا جاتا ہے جو سینوں میں مستور ہو۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت پر یہ انعام بھی فرمائے گا کہ ان کے سینوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض وعداوت کے جو جذبات ہوں گے' وہ دور کر دے گا' پھر ان کے دل ایک دوسرے کے بارے میں آئینے کی طرح صاف ہو جائیں گے' کسی کے بارے میں دل میں کوئی کدورت اور عداوت نہیں رہے گی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اہل جنت کے درمیان درجات ومنازل کا جو تفاوت ہو گا' اس پر وہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے۔ پہلے مفہوم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ جنتیوں کو' جنت اور دوزخ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

لوگ کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتا۔[1] واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے۔ اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے۔[2] (۴۳)

کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور ان کے درمیان آپس کی جو زیادتیاں ہوں گی' ایک دوسرے کو ان کا بدلہ دیا دلایا جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو پھر انہیں جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی (صحیح بخاری۔ کتاب المظالم' باب قصاص المظالم۔) جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی رنجشیں ہیں جو سیاسی رقابت میں ان کے درمیان ہوئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "مجھے امید ہے کہ میں' عثمان رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ' ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے ﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ﴾ (ابن کثیر)

(۱) یعنی یہ ہدایت جس سے ہمیں ایمان اور عمل صالح کی زندگی نصیب ہوئی اور پھر انہیں بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ بھی حاصل ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے اور اس کا فضل ہے۔ اگر یہ رحمت اور فضل الٰہی نہ ہوتا تو ہم یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ اسی مفہوم کی یہ حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم میں سے کسی کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا' جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو گی۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں بھی' اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ رحمت الٰہی مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔" صحیح بخاری' کتاب الرقاق' باب القصد والمداومة علی العمل۔ صحیح مسلم' کتاب صفة القیامة۔ باب لن یدخل أحد الجنة بعمله)۔

(۲) یہ تصریح پچھلی بات اور حدیث مذکور کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ نیک عمل کی توفیق بھی بجائے خود اللہ کا فضل واحسان ہے۔

تفسیرِ عثمانی

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیت ۴۳)

وَ

اور

نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ

نکال لیں گے ہم جو کچھ اُن کے دلوں میں خفگی تھی ۞ بہتی ہوں گی

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا

اُن کے نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا

نَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّن غِلٍّ سے مراد یا تو یہ ہے کہ باہم جنتیوں میں نعمائے جنت کے متعلق کسی طرح کا رشک وحسد نہ ہوگا، ہر ایک اپنے کو اور دوسرے بھائی کو جس مقام میں ہے دیکھ کر خوش ہوگا۔ بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور یا یہ مراد ہے کہ صالحین کے درمیان جو دنیا میں کسی بات پر خفگی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی طرف سے انقباض پیش آتا ہے وہ سب جنت میں داخل ہونے سے پیشتر دلوں سے نکال دیا جائے گا۔ وہاں سب ایک دوسرے سے سلیم الصدر ہونگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا۔ ''مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم انہی لوگوں میں سے ہوں گے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ، نے اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ کیا ہے۔

لِهٰذَا ۚ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ

اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ

بے شک لائے تھے رسُول ہمارے رب کے سچی بات ◆١ اور آواز آئے گی کہ

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾

یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے ◆٢

الثلثة

❶ یعنی خدا کی توفیق و دستگیری اور رسولوں کی سچی رہنمائی سے اس اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوا، ورنہ ہم کہاں اور یہ مرتبہ کہاں۔

❷ **جنت کے وراثت مومنین ہیں** یہ آواز دینے والا خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ ہوگا یعنی آج ساری عملی جدوجہد ٹھکانے لگ گئی اور تم نے کوشش کر کے خدا کے فضل سے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ حدیث میں ہے کہ ''کسی شخص کا عمل ہرگز اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخولِ جنت کا حقیقی سبب نہیں۔ فقط ظاہری سبب ہے، دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمتِ کاملہ ہے جیسا کہ اسی حدیث میں اِلّا اَن یتغمدنی اللّٰہ برحمتہ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہاں بندہ پر رحمتِ الٰہیہ کا نزول اسی قدر ہوتا ہے جس قدر عمل کی روح اس میں موجود ہو۔ مترجم رحمہ اللہ زبانی فرمایا کرتے تھے کہ گاڑی تو رحمتِ الٰہیہ کے زور سے چلتی ہے عمل وہ جھنڈی ہے جس کے اشارہ پر چلاتے اور روکتے ہیں۔

تفسیر دعوۃ القرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۴۰ تا ۴۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝

یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان (سے رحمت) کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔ [۴۴] مجرموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۴۰﴾

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

جہنم ہی ان کا بچھونا ہوگا اور جہنم ہی ان کا اوڑھنا، ظالموں کو ہم ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں [۴۵] ﴿۴۱﴾

۴۴ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنے کا محاورہ ایسی بات کے لیے بولا جاتا ہے جو عملاً ناممکن ہو۔ یہاں پُرزور انداز میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے متکبر اور سرکش کا جنت میں داخلہ ایسا ہی ناممکن ہوگا جیسا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا۔ اس سے پہلے یہ بات آیت: ۳۶ میں بیان ہو چکی ہے کہ تکبر کے ساتھ آیات اللہ کو جھٹلانے والے جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ یہاں مزید فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے نہ تو آسمان سے رحمت کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں کبھی داخل ہوں گے، جہنم ہی ان کا دائمی ٹھکانا ہوگا۔

۴۵ فرمایا ان جہنمیوں کا اوڑھنا بچھونا جہنم کی آگ ہوگی جو چاروں طرف سے، انہیں گھیرے ہوئے ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (اور اعمال کے معاملے میں) ہم کسی کو اس کی استطاعت سے زیادہ مکلّف نہیں ٹھہراتے [۴۶]، وہ اہل جنت ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۴۲﴾

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ

اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے جو کدورت ہوگی وہ بھی ہم نکال دیں گے [۴۷]، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ کہیں گے تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت دے کر یہاں پہنچا دیا، اور اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم از خود کبھی ہدایت نہ پا سکتے تھے [۴۸] ہمارے ربّ کے رسول سچی دعوت ہی لے کر آئے تھے

دوسری جگہ فرمایا کہ "ہم نے ان ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی....." [الکہف:۲۹] - اعاذنا اللہ منہ

۴۶ عمل صالح کرنے والے اہل ایمان کے لیے دائمی جنت کی خوشخبری ہے۔ یہ اُصول بتایا گیا کہ اعمال کے معاملے میں کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بنایا جاتا، اس کی فطری صلاحیت اور استعداد سے زیادہ مشقت اور آزمائش میں نہیں ڈالا جاتا۔ جو جس قدر جوش اور جذبۂ اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں آگے بڑھے گا اُسی لحاظ سے اس کے انجام کا فیصلہ ہوگا اور جنت میں مقام اور مرتبے کا تعین ہوگا۔

۴۷ صالح مومن کا قلب تو غِل وغش یعنی بغض وکدورت سے پاک ہی ہوتا ہے، لیکن اگر بوجوہ بعض دلوں میں کدورت باقی رہ بھی گئی ہے تو جنت میں داخل ہوتے ہوئے وہ کدورت دلوں سے صاف کر دی جائے گی تاکہ اللہ کے انعام پانے والے جنتی ایک دوسرے کے لیے خلوص ومحبت لیے ہوئے صاف وشفاف قلب وذہن کے ساتھ جنت میں داخل ہوں۔

۴۸ شیطان کے پیروکاروں اور صالح مومنین کے انداز فکر اور طرز عمل میں جو نمایاں فرق ہے اُسے یہاں واضح کیا گیا ہے۔ متکبر دنیاداروں کو اگر کوئی مقام ومرتبہ ملے، مال ومتاع حاصل ہو یا دیگر نعمتوں سے نوازے جائیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اُن کی محنت وکاوش اور قابلیت سے حاصل ہوا ہے اور ان کے فخر وغرور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ قارون کا طرز عمل اس کی بیّن مثال ہے، ملاحظہ ہو [القصص: ۷۸]۔ لوگوں نے اُس کو نصیحت کی تو جواب میں اُس

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

(اس وقت) اُنہیں یہ ندا آئے گی کہ تم اس جنت کے وارث اُن اعمال کے بدلے بنائے گئے ہو جو تم کیا

الدّانية

نے کہا کہ ''مجھے تو یہ محض اپنے علم وفن کے ذریعے حاصل ہوا ہے'' نہ کہ اللہ کے فضل وکرم کے سبب، معاذ اللہ! اس کے برعکس صالح مومنوں کو کچھ حاصل ہو تو اُن کے اندر جذبۂ تشکر اُبھرتا ہے اور وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ہمیں ہماری اہلیت واستحقاق سے زیادہ عطا فرمایا گیا ہے۔ اس طرح اُن کی انکساری، خوش اخلاقی اور ربّ سے تعلق میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اب جنت میں داخل ہونے اور بے حساب نعمتیں پانے پر بھی وہ شکر کے جذبات سے سرشار قلوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہوں گے۔ آیت کے یہ الفاظ اِس کیفیت کی بہترین عکاسی کرتے ہیں، صاف ظاہر ہے کہ ان کے اندر اپنے تقویٰ اور حسن عمل پر غرور اور تکبر کا تو شائبہ تک نہیں بلکہ اعترافِ نعمت پر اپنے ربّ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی، اور پھر اُسی کی توفیق سے ایمانِ خالص کے ساتھ عمل صالح کرتے ہوئے ہم اس مقام تک پہنچے، اگر ہمارا ربّ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ہدایت سے نہ نوازتا تو ہم ازخود تو ہدایت حاصل کر کے اس منزلِ مقصود کو نہ پاسکتے تھے۔

۴۹ ایک طرف یہ مخلص بندے جنت میں اپنے ربّ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی حمد وثنا کے ساتھ شکر ادا کر رہے ہوں گے تو جواباً اللہ رب العالمین کی طرف سے ندا آئے گی اور اُن صالح بندوں کی تکریم اور حوصلہ افزائی کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ تم اپنے اعمال صالحہ کے بدلے ہی ان جنتوں کے وراث بنائے گئے ہو۔ حالانکہ ان اعمال صالحہ کی توفیق بھی اسی نے مرحمت فرمائی تھی تو اس طرح جنت میں یہ داخلہ محض اللہ کی رحمت سے ہی ممکن ہوا۔ سورۃ یٰسٓ: ۵۸ میں ربّ رحیم کی طرف سے جنتی بندوں کو ''سلام'' کے پیغام موصول ہونے کا ذکر ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ صورت حال کس قدر ان کے دلوں کی تقویت کا باعث ہوگی اور جذبۂ شکر گزاری میں کتنا اضافہ کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمادے۔ آمین

تیسیر القرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیت ۴۳)

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۚ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

الثلثة

ان اہل جنت کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کے خلاف کچھ کدورت [۴۲] ہو گی تو ہم اسے نکال دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے: تعریف تو اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ (جنت کی) راہ دکھائی اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم کبھی یہ راہ نہ پا سکتے تھے۔ ہمارے پروردگار کے رسول واقعی حق ہی لے کر آئے تھے" اس وقت انہیں ندا آئے گی": تم اس جنت کے وارث بنائے گئے ہو اور یہ ان (نیک) اعمال کا بدلہ ہے جو تم دنیا [۴۳] میں کرتے رہے (۴۳)

[۴۲] ۞ جنت میں داخلے سے پہلے باہمی کدورتوں کا خاتمہ:۔ یہاں لفظ غلّ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں خفگی، میل، کدورت، کینہ، حسد وغیرہ۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جنت میں داخل ہونے والوں میں سے اگر کسی کے دل میں دوسرے کے متعلق کچھ ملال، خفگی، میل و کدورت اس دنیا میں رہی ہو گی اور کسی ناگوار واقعہ کی یاد کسی کے دل میں موجود ہو گی تو جنت میں داخلے سے پیشتر ایسے ملال کو اللہ تعالیٰ دلوں سے محو کر دیں گے، انہیں کچھ یاد ہی نہ رہے گا اور وہ ایک دوسرے کے متعلق بالکل صاف دل ہو کر جنت میں داخل ہوں گے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق درجہ ملے گا اور یہ ممکن ہے کہ نچلے درجے والوں کے دلوں میں اوپر کے درجے والوں کی نسبت حسد پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں ہم ان کے دل سے حسد نکال دیں گے ہر ایک اپنے اپنے درجے پر قانع اور مطمئن ہو گا اور بلند درجات والوں کے لیے اس کے دل میں حسد وغیرہ مطلقاً نہ ہو گا۔

[۴۳] ۞ اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم کی مثالیں:۔ یہ آیت اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم اور لوگوں کے باہمی معاملات کو استوار اور خوشگوار رکھنے کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ متضاد باتیں بھی معلوم ہو رہی ہیں۔ میں پہلے اس کی ایک دو مثالیں بیان کروں گا۔ مثلاً دیکھیے زید بکر سے کچھ رقم ایک مقررہ مدت کے لیے قرض لیتا ہے۔ اب بکر کو یہ حکم ہے کہ اگر زید مقررہ وعدہ کے مطابق قرض ادا نہیں کر سکا یا ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تو وہ اسے مزید مہلت دے دے اور اس اضافی مہلت کا ایک ایک دن اس کے لیے صدقے کا ثواب ہو گا اور اگر وہ معاف ہی کر دے تو اس کے لیے اور بھی بہتر ہے (۲:۲۸۰) کیونکہ ایسے شخص کو اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ دوسری طرف مقروض یعنی زید کو یہ تاکیدی حکم دیا کہ وہ

اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا کرے اور مقررہ وقت پر یا اس سے پہلے قرضہ ادا کر دے اور اگر وہ قرضہ ادا کیے بغیر مر گیا تو اس کی نجات نہ ہو گی تا آنکہ اس کے وارثوں میں سے کوئی شخص اس کے قرضے کی ادائیگی نہ کر دے یا کوئی شخص اس کے قرضے کی ادائیگی کا ضامن نہ بن جائے اور رسول اللہ ﷺ ایسے مقروض کی نماز جنازہ اس وقت تک نہیں پڑھاتے تھے جب تک اس کے قرضے کا کوئی ضامن نہ بن جاتا ورنہ آپ صحابہ سے فرما دیتے کہ تم خود ہی اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھ لو (بخاری۔ کتاب فی الاستقراض۔ باب الصلوٰۃ علی من ترك دَينا)

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ مثلاً زید بکر پر کوئی احسان کرتا ہے اب بکر کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ بھی کسی وقت اس کے اس احسان کا بدلہ دے اور اگر وہ اس پوزیشن میں نہیں تو کم از کم اس کا شکریہ ہی ادا کر دے اور اگر دونوں کام کرے تو اور بھی اچھی بات ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں ہی کا شکریہ ادا نہیں کرتا (جن کا احسان اسے محسوس بھی ہو رہا ہے) تو وہ اللہ کا کیا شکر ادا کرے گا۔ (ترمذی۔ ابواب البر والصلہ۔ باب فی الشکر لمن اَحسن اِلیك) دوسری طرف زید (احسان کرنے والے) کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ بکر سے نہ کسی بدلہ احسان کی توقع رکھے اور نہ شکریے کی (۷۶:۹)

❁ جنت کا ملنا محض اللہ کی رحمت ہے:۔ بالکل یہی صورت اس آیت میں ہے جنت میں داخل ہونے والے لوگ یہ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور دستگیری اور اس کے رسول کی رہنمائی ہمیں نصیب نہ ہوتی تو ہم اس جنت تک پہنچ ہی نہ سکتے تھے یہ تو محض اللہ کا فضل ہے کہ ہمیں یہ جنت ملی ہے دوسری طرف اللہ تعالیٰ ان اہل جنت کی حوصلہ افزائی کی خاطر فرما رہے ہیں کہ یہ جنت تمہارے ہی ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے اور اس بات کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد بار ذکر کیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں کتنے ہی نیک اعمال کر لے وہ تو اللہ کے سابقہ احسانات کا بدلہ بھی نہیں چکا سکتا پھر جنت کا حق دار کیسے ہو سکتا ہے اسی حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں یا رسول اللہ کیا آپؐ بھی اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں نہ جا سکیں گے؟ فرمایا "میں بھی نہیں" پھر فرمایا (اِلا ان یتغمدنی اللّٰہ برحمة) (اِلا یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے) (بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب القصد والمداومة علی العمل)

❁ جنت کی نعمتیں:۔ مزید برآں اس آیت میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جنت تمہیں بطور ورثہ دی جا رہی ہے اور ورثہ پانے کا مدار کسی عمل پر نہیں ہوتا۔ دوسرا اشارہ اس میں یہ پایا جاتا ہے کہ یہ وہی جنت ہے جس سے تمہیں نکالا گیا تھا چونکہ تم نے دنیا کی زندگی اللہ کے فرمانبردار بن کر گزاری ہے اس لیے وہی جنت تمہیں بطور ورثہ عطا کی جا رہی ہے اور اہل جنت کو بن مانگے وہاں نعمتیں میسر ہوں گی۔ ان کا ذکر درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیے۔

سیدنا ابوہریرہؓ اور ابوسعید خدریؓ دونوں سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا "اے اہل جنت! تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ جوان رہو گے، تم پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، عیش میں زندگی گزارو گے تمہیں کبھی حزن و ملال نہ ہو گا" یہی مطلب ہے اللہ کے اس فرمان کا۔ ﴿ونُودُوا..... تَعْمَلُوْنَ﴾ تک (مسلم۔ کتاب الجنة و صفة نعیمها واهلها)

تذکیر القرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۴۰ تا ۴۳)

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا
تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ
وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ
مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ۫
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾
وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ
هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا
بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ
اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۰۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ گھس جائے۔ اور ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ۴۱۔ ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا۔ اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ ۴۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے۔ ہم کسی شخص پر اس کی طاقت کے موافق ہی بوجھ ڈالتے ہیں۔ یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ۴۳۔ اور ان کے سینہ کی ہر خلش کو ہم نکال دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا اور ہم راہ پانے والے نہ تھے اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ کرتا۔ ہمارے رب کے رسول سچی بات لے کر آئے تھے۔ اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے جس کے تم وارث ٹھہرائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے۔

خدا کے داعیوں کے مقابلہ میں کیوں ایسا ہوتا ہے کہ ان کے مدعو کے اندر متکبرانہ نفسیات جاگ اٹھتی ہیں اور وہ ان کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ داعی کی طرف صرف نشانی (دلیل) کا زور ہوتا ہے اور مدعو کی طرف مادی رونقوں کا زور۔ داعی دلیل کی بنیاد پر کھڑا ہوتا ہے اور اس کے مدعو مادیات کی بنیاد پر۔ دلیل کی طاقت دکھائی نہیں دیتی اور مادی طاقت آنکھوں سے دکھائی دیتی ہے۔ یہی فرق لوگوں کے اندر کبر کا مزاج پیدا کر دیتا ہے۔ لوگ داعی کو اپنے مقابلہ میں حقیر سمجھ کر اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کا خدا کی رحمت میں داخل ہونا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا۔ انھوں نے خدا کو نظر انداز کیا اس لیے خدا نے بھی ان کو نظر انداز کر دیا۔ خدا نے اپنے داعی کے ذریعے ان کو اپنی جھلکیاں دکھائیں۔ خدا ان کے سامنے دلائل کے روپ میں ظاہر ہوا مگر انھوں نے اس کو بے وزن سمجھا۔ انھوں نے خدائی نشانیوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ ایسے لوگ کیوں کر خدا کی رحمتوں میں حصہ پا سکتے ہیں۔

دوزخیوں کا یہ حال ہوگا کہ جو لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے دوست بنے ہوئے تھے وہ وہاں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کر رہے ہوں گے۔ مگر جنت کا ماحول اس سے بالکل مختلف ہوگا۔ یہاں سب کے دل ایک دوسرے کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے۔ ہر ایک کے دل میں دوسرے کے لیے محبت اور خیر خواہی کا چشمہ پھوٹ رہا ہوگا۔ دوزخی انسان کے لیے اس کا ماضی ایک دکھ بھری داستان بنا ہوا ہوگا اور جنتی انسان کے لیے اس کا ماضی ایک خوش گوار یاد۔

برے لوگوں کے لیے ان کی اگلی زندگی اس طرح شروع ہوگی کہ ان کا سینہ حسرت اور یاس کا قبرستان بنا ہوا ہوگا۔ ان کا ماضی ان کے لیے تلخ یادوں کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ دوسری طرف اچھے لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ ان کی زبانیں اس خدا کی یاد سے تر ہوں گی جس کو انھوں نے بجا طور پر اپنا سہارا بنایا تھا۔ وہ حق کے علم برداروں کی دی ہوئی خبر کو عین سچا پا کر خوش ہو رہے ہوں گے کہ خدا کا یہ کتنا بڑا احسان تھا کہ اس نے انھیں ان داعیان حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائی۔